Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3 (July-September 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
September 30, 2025

A Research Study on the Muslim Intellectual Foundations of Maulana Muhammad Ali Jauhar

مولانا محمد علی جوہر کی مسلم فکری اساس کا تحقیقی جائزہ

Muhammad Waheed U Zaman
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The Imperial College of Business Studies, Lahore
Email: hmwaheed@live.com

Dr. Ahmad Raza
Assistant Professor, The Imperial College of Business Studies, Lahore

Abstract

Maulana Muhammad Ali Johar was a distinguished and influential figure among the Muslim leaders of the Indian subcontinent. Renowned for his exceptional contributions in multiple fields—literature, journalism, religion, and politics—he emerged as a multifaceted personality who played a vital role in shaping the identity and future of Indian Muslims during the colonial era. He was not only an eloquent writer and powerful orator but also a courageous political activist who stood firmly for the rights and dignity of the Muslim Ummah. His intellectual brilliance and unwavering commitment to truth and justice earned him immense respect across diverse circles. Maulana Johar devoted his life to the service of Islam and the betterment of Muslim society. With a deep sense of responsibility towards his faith, he utilized his talents and influences to awaken a spirit of unity, awareness, and resistance among Muslims against oppression. His personal character was marked by a profound belief in the oneness of Allah, sincere fear of God, immense courage, and complete selflessness. These qualities made him a role model for many of his contemporaries and future generations. One of the most striking aspects of his personality was his deep love for the Prophet Muhammad (peace be upon him), which he considered central to his faith. Whenever he mentioned the Prophet's name, he did so with the highest degree of reverence and humility. He firmly believed that the teachings of the Prophet were not only a source of guidance for Muslims but the ultimate path to salvation for all of humanity.

Keywords: Fikar-e-Islami, Maulana Muhammad Ali Johar, Rais Ul Ahrar, Comrade, Hamdard, Khilafat Movement

مولانا محمد علی جوہر نامور صحافی، شاعر، عالم دین، سیاستدان، قومی راہ نما، ہمدردِ ملت اور مشہور مصلح گزرے ہیں۔ ان کا نام محمد علی اور تخلص جوہر تھا۔ انھیں ”رئیس الاحرار“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مولانا جوہر کی پیدائش ۱۸۷۸ء میں رام پور میں ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ اور بعد ازاں لنکن کالج، آکسفورڈ میں بی اے آنر کی ڈگری حاصل کی اور پھر واپس بر صغیر پہنچے تو کچھ عرصہ ریاست ہائے بڑودہ اور رام پور میں ملازمت سے وابستہ رہے، مگر طبیعت میں نوکری کی برداشت نہ تھی اور جلد ہی نوکری کو خیر آباد کر دیا۔ مولانا محمد علی جوہر ایک نامور صحافی بھی تھے انھوں نے کلکتہ سے نامور ہفتہ وار جریدہ ”کامریڈ“ جاری کیا۔ کامریڈ کے بعد دہلی سے ”ہمدرد“ کے نام سے اُردو میں بھی اجرا کیا ہمدرد کو نکالنے کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کے انگریزی ”کامریڈ“، محض پڑھے لکھے طبقے کے لیے تھا اور انگریز اس کو زیادہ شوق سے پڑھتے تھے لیکن ایسا اخبار یا ذریعہ جس سے بر صغیر کے مسلمانوں کے ساتھ جوڑا جائے وہ نہیں تھا تو ہمدرد نے اس جگہ کو پورا کیا۔ انگریزوں کی مخالفت ان کی رگ و پے میں موجود تھی۔ ہندوستانیوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے وہ ہمیشہ سر گرم عمل رہے۔ بنا بریں انھوں نے قید و بند کی صعوبتوں کو بھی برداشت کیا، ان تمام صعوبتوں کو برداشت کرنے کا مقصد محض اس فکر کو اجاگر کرنا تھا جو کہیں کھو گئی تھی، مولانا محمد علی جوہر نے بے باقی کے ساتھ اُمت مسلمہ کی رہنمائی کی اور بے دریغ خطابات میں اسلامی فکر کو اجاگر کیا اور ہر مرتبہ انگریزوں کی جانب سے اسیری کی صورت میں سخت رد عمل سامنے آیا۔ ۱۹۱۴ء میں برطانوی پالیسی کے خلاف باغیانہ تحریریں لکھنے کے باعث آپ کو نظر بند کر دیا گیا، چونکہ آپ نے کبھی حق نہ چھپایا اور نہ ہی آپ نے اپنی فکر میں مسلمانوں کو یہ ہدایت کی کے ظلم کے خلاف خاموشی اختیار کریں۔ ۱۹۱۹ء میں رہا ہوئے تو انھوں نے تحریک خلافت میں سر گرم حصہ لیا۔

مہاتما گاندھی کے ساتھ مل کر ہندوستان کی آزادی کے لیے بے لوث خدمات سر انجام دیں، چونکہ ابتداء میں گاندھی جی، موتی لال، سوامی شردھانند اور مولانا محمد علی جوہر ایک ہی صف میں کھڑے تھے اور ایک ہی مقصد تھا وہ محض ہندوستان کی آزادی سے تعلق رکھتا تھا۔ تحریک خلافت کو منظم کرنے کے لیے تحریک موالات میں حصہ لیا اور اس جرم میں دوبار جیل پہنچ گئے۔ رہائی کے بعد کانگریس کے صدر بن گئے۔ بعض متعصب ہندوؤں کی وجہ سے وہ کانگریس سے الگ ہو گئے۔ مولانا محمد علی جوہر نے گول میز کانفرس میں شرکت کے لیے لندن کا سفر کیا، یہ وہ سفر تھا جس کو آپکے آخری سفر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ بھی ہے کہ اس کے بعد آپکی وفات ہو گئی تھی، اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کے آپ نے کہا کے یا تو میں یہاں سے ہندوستان کی آزادی کا پروانہ لے کر جاوں گا یا پھر مجھے یہاں دفن ہونے کے لیے آپکو زمین دینی پڑے گی۔ اور پھر اسی دوران ۴، جنوری ۱۹۳۱ء کو راہی ملک عدم

ہوئے۔ ان کی تدفین بیت المقدس میں کی گئی۔ وہ نامور شاعر تھے اور شاعری میں داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ وہ انگریزی زبان کے صاحب طرز انشاپرداز بھی تھے۔ مولانا ہندوستان کی آزادی کے بہت بڑے علم بردار، مسلمانوں کے محبوب لیڈر اور مسلم فکر کے امین تھے۔

توحید پر اسلام نے جتنا زور دیا ہے شاید ہی کسی اور عقیدے کی طرف اتنا متوجہ کیا گیا ہو۔ قرآن واحادیث میں عقیدہ توحید، توحید کی معنویت اور انسانی اعمال پر اثر پذیری کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اس عقیدے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ تمام انبیائے کرام کی تبلیغ کا مشترکہ نکتہ عقیدہ توحید اور رد شرک تھا اور توحید کے علاوہ تمام گناہ معاف ہو سکتے ہیں مگر توحید سے متعلق تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ، وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ، وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا۔ "(1)

ترجمہ: بے شک اللہ اُس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اُس کے علاوہ جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے تو یقیناً اُس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا۔"

گویا اللہ ہر گناہ کو معاف فرمادے گا مگر شرک ایک ایسا ظلم اور گناہ ہے جس سے متعلق واضح فرمادیا کے اس گناہ کو نہیں بخشے گا بلکہ یہ اپنی جان پر سب سے بڑا ظلم ہے ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ: يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ، إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ"(2)

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے سے (نصیحت کرتے ہوئے) کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت فرماتے ہوئے کہا: بیٹا شرک نہ کرنا چونکہ شرک تو سب سے بڑا ظلم ہے، بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی شرک کی ممانعت موجود ہے بلکہ جو شخص شرک کرتا ہے وہ جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھ سکتا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سالت فاسال اللہ واذا استعنت فاستعن باللّٰہ(3)

ترجمہ: "جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ۔"

---

[1] ۔ النساء: ۴۸

[2] ۔ لقمان: ۱۳

[3] ۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام، جامع ترمذی، کتاب: صفۃ القیلۃ، باب: حدیث حنظلۃ، رقم الحدیث: ۵۲۱۶

بنیادی طور پر یہ حدیث مبارکہ انسان کو اللہ پر مکمل انحصار اور اللہ پر بھروسہ رکھنے کی دعوت دیتی ہے، اس حدیث مبارکہ میں دل کا تعلق ہمہ وقت اللہ سے جڑا رہنا چاہیے، اگر انسان جائز اسباب کے لیے کسی سے رجوع کرتا ہے وہ تو درست ہے جیسے کسی انسان کا ڈاکٹر سے رجوع کرنا یا پھر کسی سے مدد طلب کرنا یہ تو درست ہے مگر دل اللہ کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ جڑا رہنا چاہیے۔ ایک حدیث مبارکہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وحدثنا ابو بکر بن ابي شيبة ، وابو كريب ، قالا: حدثنا ابو معاوية ، عن الاعمش ، عن ابي سفيان ، عن جابر ، قال: اتى النبي ﷺ رجل، فقال: يا رسول الله، ما الموجبتان؟ فقال: " من مات، لا يشرك بالله شيئا، دخل الجنة، ومن مات، يشرك بالله شيئا، دخل النار(4)

" ابوسفیان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! واجب کرنے والی دو باتیں کون سی ہیں؟ آپ نے جواب دیا'' : جو کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرتا ہوا مرا، وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراتے ہوئے مرا، وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔ ''یعنی توحید جنت کو واجب کر دیتی ہے اور شرک دوزخ کو۔

ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد عقیدہ توحید ہے۔ عقیدہ توحید کا مرکزی نقطہ خشیت الٰہی اور خوف خدا ہے۔ توحید الٰہی انسان کو ہر قسم کے خوف اور پریشانی سے آزاد کرتی ہے۔ عقیدہ توحید پر نا صرف اقرار لسان تک محدود ہے بلکہ مومن کے کردار میں اس کا پرتو بھی نظر آنا چاہیے۔ مولانا محمد علی جوہر کی زندگی عقیدہ توحید سے عبارت تھی۔ ان کا کردار اس شاندار عقیدے کی خوشبو سے معطر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بے باکی وبے خوفی ان کے نمایاں اوصاف میں شامل تھے۔ عالی حوصلگی اور استغنا کی دولت سے مالا مال تھے۔ مخلوق خدا کے خوف سے ان کا دل خالی تھا۔ ان کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو جہاں لالچ اور حرص سے بے نیاز رکھا تھا وہاں کسی کا رعب اور خوف بھی انہیں مرعوب اور خوف زدہ نہیں کر سکتا تھا۔ ان کے دل میں جو کچھ ہوتا بلا خوف وخطر زبان پر لاتے تھے۔ قطع نظر اس بات کہ لوگوں کی رائے کیا ہے۔ ہواؤں کا رخ کس طرف ہے، رائے عامہ کیا ہے اور لوگ کیا کہیں گے؟ اس قسم کے سوالات ان کے دل میں پنپنے نہیں پاتے تھے۔ حق بات کہنے میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہونے دیتے۔

ان کے معاصرین اور مصاحبوں ان کی بے باکی اور بے خوفی کی گواہی دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مولانا حق گوئی اور بے خوفی میں کسی رشتہ و تعلق کا لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ ایک مجلس میں فرمایا کے اگر میرا بھائی شوکت اس مشن سے ہٹ جائے تو میں اس کو چھری سے مار ڈالوں گا اور پھر اسی چھری سے خود کو بھی مار

---

[4] ۔ مسلم، الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: من مات لایشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ ومن مات مشرکا دخل النار، رقم الحدیث: ۲۶۹

دوں گا، گویا جب بات خلافت کی ہو یا پھر مسلمانوں کی اساس کی تو ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹتے تھے، ان کی جرات وصداقت کا یہ عالم تھا کہ ان کا دل بجز خوف خدا کے کسی سے سامنے سجدہ ریز نہ ہوتا چاہے ان کے اپنے پیر و مرشد یا عزیز ترین دوست بھی ان کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتے تھے، آپکا اپنے پیر و مرشد جناب مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے کئی جگہوں پر اختلاف اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مولانا محمد علی جوہر کی بے باکی اور بے خوفی کے حوالے سے مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:

”اپنی زندگی میں میں نے اچھے اچھے فاضل و محقق علماء دین دیکھے، بزرگ و درویش، عابد و زاہد بھی، ایک نہیں کئی دیکھے لیکن تحزب (پارٹی اور جماعت کے اثرات سے تاثر) ہی دیکھنے میں آتا ہے جرات وصداقت اور بجز اللہ سے کسی سے نہ ڈرنے کی۔ یہاں تک کہ امر حق میں اپنے پیر و مرشد، عزیز ترین دوستوں اور محترم ماں اور بزرگ بھائی کسی کا بھی اثر نہ قبول کرنے کی جو مثال محمد علی نے دکھائی، وہ ان آنکھوں نے تو اب تک کہیں اور نہیں دیکھی۔“ (5)

مولانا محمد علی جوہر عمر بھر مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑتے رہے۔ ان حقوق کی پاسداری میں وہ جہاں عوام کے سمندر میں گھرے رہتے تھے وہاں انہیں سلاطین و بادشاہوں کے درباروں میں بھی جانا پڑتا۔ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے راہ نما عوامی رابطہ مہمات میں بہت ہی جوشیلے، جذباتی اور حق گو واقع ہوتے ہیں لیکن اقتدار کی غلام گردشوں میں شاہان جہاں سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ حکام بالا کی خوشامد اور کاسہ لیسی کے ذریعے کامیابی کے زینے طے کرنے میں حریص ہو جاتے ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر کو اللہ تعالیٰ نے استغنا کی نعمت سے نوازا تھا۔ اقتدار کی کرسی کی چمک نے ان کی آنکھوں کو کبھی خیرہ نہ کیا۔ کیوں انہوں نے خاک مدینہ و نجف کو آنکھوں کو سرمہ بنا رکھا تھا، خدام کعبہ ے وفد کے ساتھ جب آپ گئے تو فرمایا میرے لیے یہ سعادت ہو گی کے میں یہاں پر بطور خادم مسجد نبوی کی صفائی پر معمور کر دیا جاوں۔

موتمر عالم اسلامی کے پہلے اجلاس میں سلطان ابن سعود کے سامنے مولانا جوہر کی حق گوئی تاریخ کا اہم ورق ہے۔ شاید بہت کم لوگ جانتے ہوں کہ آج سعودی عرب کے حکمرانوں کے نام کے ساتھ ’خادم الحرمین شریفین‘ کا لاحقہ مولانا جوہر کی کاوشوں کی بدولت میں شامل ہوا۔ ورنہ انہیں تو ’ملک الحجاز‘ کہلانے کا بہت شوق تھا۔ مسلمانوں کے اتحاد کے لیے موتمر اسلامی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کا پہلا اجلاس ۱۹۲۶ء میں حج کے موقع پر منعقد ہوا۔ اس دوران مولانا محمد علی جوہر نے سلطان ابن سعود کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

---

[5] ۔ عبدالماجد دریابادی، خطوط مشاہیر، امرت پریس، لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۱۸۷

”تو اپنے آپ کو اس مقدس سرزمین کا بادشاہ (ملک الحجاز) کہتا اور کہلاتا ہے۔ جہاں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی بسر کی تھی۔ حالانکہ تیرے پیش رو ترکوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو 'خادم الحرمین الشریفین' کہا اور کہلوایا۔ تو بھی ان کی تقلید میں اپنے آپ کو خادم الحرمین کہہ اور ملوکیت پر جو (حضرت) معاویہؓ کی سنت ہے پر ہر گز ہر گز نہ چل۔“(6)

یہ اس بات کو منہ بولتا ثبوت ہے کے آپ کسی سے متاثر نہ ہوتے تھے، چاہے پھر وہ انگلستان کا وزیر ہو یا پھر سعودی عرب کا بادشاہ ہو، مولانا محمد علی جوہر کی تقریر، تحریر، نثر اور نظم ان کی بے خوفی اور بے باکی کا بین ثبوت ہیں۔ وہ منبر پر کھڑے ہوتے تو ان سے حق گوئی کے علاوہ کچھ توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ میٹنگ اور مذاکرات کی میز پر ہوتے تو بھی کسی کی خوشامد اور چاپلوسی کی بجائے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیتے۔ انہوں نے اپنی نثر میں بھی اسی ذمہ داری کو نبھایا اور نظم میں بھی حق گوئی کو دین و ایمان سمجھا، آپ کے نزدیک حقیقی جہاد یہ ہے کہ مسلمانوں کے حق کے لیے کلمہ حق کو بلند کرنا اب اس کے لیے انہیں تقریر کا سہارا لینا پڑے یا پھر تحریر کا، مولانا محمد علی جوہر کے ذیل میں موجود اشعار ان کی بے باکی کو ظاہر کرتے ہیں:

کیا ڈر ہے اگر ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لے ے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم میں خفا میر لیے ہے (7)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ ایمانیات کی عمارت کا تمام تر مدار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا رشتہ قائم کرنے پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر تکمیل ایمان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، فرمانبرداری اور محبت ایک مسلمان کا سب قیمتی سرمایہ ہے۔ مولانا محمد علی جوہر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع میں فنا ہو چکے تھے۔ جس طرح وہ محبت الہٰی میں کسی کا خیال نہیں رکھتے تھے اسی طرح اپنے آقا و مولیٰ جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بھی تلوار بے نیام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالہ کوئی ایسی بات اور جملہ ہر گز برداشت نہیں کرتے تھے جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں تنقیص کا شائبہ بھی پایا جاتا۔

6- نظر برنی، مولانا محمد علی جوہر، شخصیت اور خدمات، ادبی سنگم، نئی دہلی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۵۵

7ـ مولانا محمد علی جوہر، دیوان جوہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۴۱

مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی کتاب ‘‘Psychology of Leadership’’ مولانا محمد علی جوہر کے ہاں تبصرے کی غرض سے بھیجی۔ اس زمانے میں مولانا عبدالماجد دریابادی پر الحاد کا غلبہ تھے اور ان کا قلم بے باک ہو چکا تھا۔ مولانا دریادی کی اس کتاب کی بعض عبارات اور انتقاد جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے بیان میں نازیبا اور قابل گرفت تھے۔ دونوں کا باہمی گہرا تعلق تھا اور مولانا محمد علی جوہر، مولانا دریابادی کا بہت احترام کرتے تھے۔ چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کا معاملہ تھا اس لیے اس موقع پر انہوں نے اس رشتے کو پس پشت ڈالتے ہوئے ان کے ان تسامحات کی شدت سے نشاندہی کی۔ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں:

‘‘میری تنقید کا آخری عنوان آپ کے ان تذکروں سے متعلق ہے جو آپ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی تمثیل لاتے وقت کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ سچے اور حقیقی مسلمان ہیں اس بنا پر مجھے سخت حیرت ہو رہی ہے کہ آپ نے ایسی مقدس شخصیت اور ایسی مقدس آسمانی کتاب کا ذکر کس ہلکے انداز میں کیا ہے۔۔۔ آپ کے لب ولہجہ میں تو عیسائی مشنریوں کی بو آ رہی ہے جو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ یا کم از کم پڑھنے والے کے ذہن کو اس جانب منتقل کر دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جن کے دین پر میں اور سارا کنبہ قربان ہو) نعوذ باللہ ایک پیغمبر کاذب یا محض انسان تھے۔’’ (8)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور الفت کا انداز ان کی تقریر اور تحریر ہر جگہ موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے وقت الفاظ کے چناؤ میں خاص احتیاط کرتے تھے۔ مولانا کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کا اندازہ ان الفاظ سے بھی کیا جا سکتا ہے جو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ منسلک کرتے ہیں۔ جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ان پر نہ صرف عجیب کیفیت طاری ہو جاتی بلکہ وہ ا۔۔ ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

‘‘پیغمبر اسلام (روحی فداک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)’’ (9)

ایک مومن مسلمان کی دوستی اور ہر تعلق کا مدار اللہ تعالیٰ ذات پر ہوتا ہے۔ وہ کسی کو دوست رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اور کسی سے رشتہ وناطہ منقطع کرتا ہے تو تب بھی ذات باری تعالیٰ کی وجہ سے کرتا ہے۔ کیوں کہ مومن خدا پرست ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا "(10)

---

[8] ۔عبدالماجد دریابادی، خطوط مشاہیر، امرت پریس، لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۱۹۸

[9] ۔عبدالماجد دریابادی، خطوط مشاہیر، امرت پریس، لاہور، ۱۹۴۴ء، خطوط مشاہیر، ص: ۲۰۴

ترجمہ: " بیشک جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے شائستہ اعمال کیے ہیں ان کے لئے اللہ رحمٰن محبت پیدا کردے گا۔"

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

" وعن ابي امامة قال: قال رسول الله ﷺ: «من احب لله وابغض لله - واعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان» . رواه ابو داود(11)

ترجمہ: سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" : جس شخص نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کی خاطر بغض رکھا، اللہ کی رضا کی خاطر عطا کیا اور اللہ کے لیے روک لیا تو اس نے ایمان مکمل کر لیا۔ "اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

مولانا محمد علی جوہر کی شخصیت میں یہ خوبی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ ان دوستی اور دشمنی کے معیار اپنی ذاتی مفاد کے گرد گھومنے کی بجائے وہ اللہ کے لیے دوستی اور دشمنی کے قائل تھے۔ ذاتی عناد اور انا پرستی کے مقابلے میں خدا پرستی کا عنصر ان کی زندگی میں نمایاں تھا۔ ہندوستانی حکومت نے انھیں قید و بند اور پس زندان رکھا۔ زندگی کے قیمتی دن جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہنے کے باوجود انھوں نے حاکمان وقت سے ذاتی رنجش نہیں رکھی بلکہ اس کی بنیاد محض اللہ کی رضا اور مشیت پر قائم رہی۔ جب وہ دونوں بھائی نظر بندی سے رہا ہوئے تو انھوں نے اپنے خطاب میں برملا کہا کہ وہ کسی سے ذاتی نوعیت کی کدورت نہیں رکھتے۔ انھوں نے کھلے دل سے حکومت اور عوام پر واضح کیا کہ ہم ذاتی رنجش رکھنے والے لوگ نہیں ہیں اور ہمارا وہی دوست ہے جو خدا کا دوست ہے۔ ہمارا وہی دشمن ہے جو اللہ کا دشمن ہے۔ انھوں نے اپنے خطاب میں کہا:

"مجھ کو اگر ذاتی پرخاش کسی کے ساتھ ہو تو حرام ہے۔ ہم بھولتے ہیں کہ ہمیں نظر بند کیا گیا۔ ہم فراموش کرتے ہیں کہ ہم کو قید کیا گیا۔ ہمارا بغض و محبت اللہ کے لیے ہے۔ ہم دونوں بھائی تیار ہیں کہ گورنمنٹ کے ذلیل سے ذلیل ملازم کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیں۔ اس میں ہماری کوئی ذلت نہیں۔ مگر ہم تیار نہیں کہ اسلام کی عزت پر حرف آتا دیکھیں۔ ہم اپنی حرم سراؤں کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں مگر خدا کے حرم کو غیر کے قبضے میں دیکھنے کو تیار نہیں۔ اس پر ہماری اولاد، ہماری جان، ہمارا مال سب قربان ہے۔۔۔ ہم اس کے یار ہیں جو خدا کا یار ہے۔ ہم اس کے دشمن ہیں جو خدا کا دشمن ہے۔"(12)

---

[10] ۔ مریم: ۲۴

[11] ۔ خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۳۰

[12] مولانا محمد علی جوہر، تقاریر مولانا محمد علی (حصہ ا)، صدیق بک ڈپو، لکھنو، س۔ن، ص ۱۱

مولانا محمد علی جوہر نے عمر بھر امت مسلمہ کی ترجمانی کی۔ انھوں نے اپنے خطبات میں، میٹنگوں میں، تقاریر میں، تحریروں میں اور نجی محافل میں ہمیشہ مسلمانوں کے جذبات کی عکاسی کی۔ ویسے توان کی خدمات کی فہرست کافی طویل ہے تاہم ان کے اوصاف میں یہ خوبی نمایاں تھی کہ وہ ایسے ہندوستانی راہ نما تھے جنھوں نے اپنے رہن سہن، معاشرت، عقائد وافکار اور ذوق وشوق سمیت زندگی کی ہر جہت میں مسلمانوں کی ترجمہ کرتے دکھائی دیتے تھے۔ سید حامد اپنے مضمون ''جوہر کی شخصیت: ادبی اور غیر ادبی'' میں لکھتے ہیں:

''محمد علی نے کیا کیا کیا، اس کی فہرست بہت طویل ہے، اس کا صلہ انہیں کس کس شکل میں ملا اس کی فہرست طویل تر ہے۔ محمد علی ہندوستانی مسلمانوں کے وہ پہلے اور آخری رہنما تھے جو رہن سہن، افتادِ طبع، معاشرت، رسوم ورواج، عقائد وافکار، پس منظر، شوق ومیلان، آرزوؤں اور تمناؤں... غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو میں عامۃ المسلمین ہند کے ترجمان تھے۔ جوہر کی جذباتیت کا انعکاس ان کی شاعری کے علاوہ ان کی سیاست، مذہب پرستی، وطن دوستی اور صحافت میں ہوا ہے۔'' (13)

اسلامی تاریخ میں معرکہ کربلا کی بہت وقعت واہمیت ہے۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق کی سربلندی کے لیے جو قربانی پیش کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اگرچہ تعداد کی کمی تھی لیکن جذبہ ایمان کی بدولت بے سروسامانی کی عالم میں ایسی نظیر پیش کی جو منفرد نوعیت کی ہے۔ فلک نے دیکھا کہ چند نفوس قدسیہ کا قافلہ ایک بہت بڑے لشکر کے سامنے ڈٹ گیا۔ مسلمان اس واقعے کو روشنی کی لکیر سمجھتے ہیں جو حق اور باطل میں امتیاز واضح کرتی ہے۔ حسینیت اور یزیدیت حق اور باطل کے استعارے بن چکے ہیں۔ ہر دور میں حسینی اور یزیدی کردار لوٹ کر آتے رہے ہیں۔ ہر وہ شخص جس نے حق کا علم بلند کر رکھا ہے وہ حسینی راستے کا مسافر ہے اور جو ظلم اور بربریت کا طرفدار ہے وہ یزیدی لشکر حصہ سمجھا جاتا ہے۔ مولانا محمد علی جوہر نے جس راستے کا انتخاب کیا وہ اس پر چلنے میں معرکہ کربلا سے تحریک لیتے ہیں۔ محمد علی جوہر کے لیے زنداں کا وجود اور سزا کی تہدید ان کے جوش آزادی کو تیز تر کر دیتی تھی۔ آزادیٔ فکر و عمل اور جنگ حق و باطل کی علامت مولانا محمد علی جوہرؔ کے ہاں معرکہ کربلا ہے۔ ایک شعر جو ضرب المثل ہو گیا ہے، اس کا ذکر تو آگے آئے گا، لیکن ان کی ایک غزل تمام کربلا کے لیے وقف ہے :

بے تاب کر رہی ہے تمنائے کربلا
یاد آرہا ہے بادیہ پیمائے کربلا

---

[13] ۔ نظر برنی، مولانا محمد علی جوہر، شخصیت اور خدمات، ادبی سنگم، نئ دہلی، ۲۰۰۲ء، ص ۳۸

روز ازل سے ہے یہی اک مقصدِ حیات
جائے گا سر کے ساتھ ہی سودائے کربلا
مطلب فرات سے ہے نہ آبِ حیات سے
ہوں تشنۂ شہادت وشیدائے کربلا
کوثر کے انتظار میں ہوں کب سے تشنہ کام
مجھ پر بھی اک نظر شہ والائے کربلا
جوہرؔ مسیح وخضر کو ملتی نہیں یہ چیز
اور یوں نصیب سے تجھے مل جائے کربلا(14)

آزادی کسی کو پلیٹ میں رکھ کر نہیں ملتی۔ آزادی کے لیے جدوجہد اور قربانی درکار ہوتی ہے۔ جو قوم آزادی کے محاذ پر سرگرم ہوتی ہے اس قوم کے دانش وران کے دلوں میں آزادی کا ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ معاشرے میں تحرک پیدا کر کے انھیں حصول آزادی کے لیے تیار کرتے ہیں۔ مسلمانان ہند جب غلامی کے شکنجے میں بند تھے ایسے میں مولانا جوہر نے دو محاذوں پر بیک وقت کام کیا۔ ایک طرف مولانا محمد علی جوہرؔ جہاں آزادی کے ترانے گائے ہیں، وہاں وہ حق و باطل کی لڑائی میں بھی رجز خوانی کرتے رہے ہیں، وہ جس طرح توحید کے ترانے الاپتے ہیں اور وہ ماسوااللہ سے برأت کرتے ہیں اسی طرح ان کی شاعری سحر سے گزر کر اعجاز کے منصب پر فائز ہو جاتی ہے۔ مولانا یہ ساری تحریک کربلا سے حاصل کرتے ہیں۔ اسی واقعے نے مولانا کے دل میں جذبۂ حریت بیدار کیا۔ ان کے یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
اک شہر آرزو پہ بھی ہونا پڑا انجل
’’ہل من مزید‘‘ کہتی ہے رحمت دعا کے بعد
قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد(15)

---

[14] ۔ مولانا محمد علی جوہر، دیوان جوہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۶۵

[15] ۔ مولانا محمد علی جوہر، دیوان جوہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۲۵

مولانا محمد علی جوہر کے شخصی، علمی اور کرداری قد و کاٹھ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی جنگ لڑتے لڑتے وہ اس دنیا سے اٹھے تو دنیا بھر میں انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہر طبقہ ہائے فکر نے ان کی خدمات کی تحسین کی۔ سیاست، ادب، صحافت اور مذہب کی چنیدہ شخصیات میں اتفاق تھا کہ مولانا کے وفات سے پیدا شدہ خلاف پر ہونا ممکن نہیں ہے۔

علامہ محمد اقبال نے ان کی وفات پر ڈاکٹر محمد عباس علی خاں لمعہ حیدرآبادی کے نام ایک خط میں اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال مولانا کی اسلامی فکر کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ علامہ خط میں رقم طراز ہیں:

”مسٹر محمد علی مرحوم کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ اگرچہ میں ان کی سیاست کا کبھی مداح نہ تھا لیکن ان کی اسلامی سادگی اور آخری سالوں میں اپنی بعض آرا کے بدل لینے میں جس امانت اور دیانت کا انھوں نے ثبوت دیا، بہت احترام کرتا ہوں۔ اپنے متعلق ان کی پیش گوئی بھی درست ثابت ہوئی اور اس سے بھی قوم میں ان کا وقار بڑھ گیا۔ مسجد اقصیٰ میں آخری آرام گاہ کا میسر آنا، ان کی خوش نصیبی ہے۔ جس سے ان کا مرتبہ بلند تر ہو گیا ہے۔ اب تو محض ایک سیاسی راہ نما کی حیثیت سے ان کا مرتبہ نہایت ارفع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔“(16)

مولانا محمد علی جوہر کی فکر اسلام کے اصولوں پر استوار تھی۔ انھوں نے عمر بھر دین اسلام، امت مسلمہ اور برصغیر کے لوگوں کی حقوق کی جنگ لڑی۔ ان کی شخصیت کی سب سے نمایاں چیز عقائد و ایمانیات کی ان کے کردار پر چھاپ تھی۔ وہ محض لا الہ الا اللہ پر ایمان رکھنے والے نہ تھے بلکہ ان کے کردار سے توحید کی خوش بو آتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان میں بے باکی، خدا خوفی اور حق گوئی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ کہیں بھی تھے، کسی حال میں بھی تھے، انھوں نے جرأت ایمانی کا مظاہرہ کیا۔

رسول اکرم ﷺ سے عشق و عقیدت میں اپنی مثال آپ تھے۔ پیغمبر اعظم ﷺ کی زندگی کو حکم قرآنی کے مطابق بہترین نمونہ گردانتے تھے۔ ذات رسول ﷺ کے حوالے سے عمر بھر کسی مخمصے کا شکار نہ ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی عقیدت و محبت کا جھنڈا ہمیشہ لہراتے رہے۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کے حوالے کبھی بھی ہلکے الفاظ برداشت نہیں کرتے تھے۔ کسی کی تحریر، تقریر یا گفتگو میں آپ ﷺ کے حوالے سے کوئی بات ناگوار ہوتی تو اسی وقت ٹوک دیتے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خدمت کے لیے ہمشہ پیش پیش رہے۔ خلافت عثمانیہ کی بقا، عالم اسلام کی عظمت اور برصغیر کے مسلمانوں کے حقوق کی تحفظ کے لیے خود کو عمر بھر وقت رکھا۔

---

[16] ۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، جلد اول، شیخ محمد اشرف تاجر کتب، لاہور، س۔ن، ص ۲۶۸

مصادر و مراجع

1. Al-Qur’an
2. Al-Tirmidhi, M. b. ‘Isa. (n.d.). *Jami‘ al-Tirmidhi*, Book: Sifat al-Qaylulah.
3. Muslim, A. H. al-Qushayri. (n.d.). *Sahih Muslim*, Book: Iman.
4. Daryabadi, A. M. (1944). *Khutoot-e-Mashahir*. Lahore: Amrit Press.
5. Barni, N. (2002). *Maulana Muhammad Ali Jauhar: Personality and Services*. New Delhi: Adabi Sangam.
6. Jauhar, M. A. (1992). *Diwan-e-Jauhar*. Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons.
7. Jauhar, M. A. (n.d.). *Taqareer Maulana Muhammad Ali* (Vol. 1). Lucknow: Siddiq Book Depot.
8. Tabrizi, K. M. b. A. (n.d.). *Mishkat al-Masabih*, Book.
9. Ataullah, S. (n.d.). *Iqbal Nama* (Vol. 1). Lahore: Sheikh Muhammad Ashraf.